سوال

(51) بیعت کی شرعی حیثیت

جواب

السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومقتیان شرع متین بابت اس مسئلہ کے کہ پاک وہند میں پیرومرشد عوام سے جو بیعت لیتے ہیں اس کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ اوریہ بات کہاں تک درست ہے کہ جس کا کوئی پیرومرشد نہ ہو اس کا پیرومرشد شیطان ہوتا ہے جیسا کہ عوام میں مشہور ہے؟ براہ کرم کتاب وسنت کی روشنی میں وضاحت فرماکر ممنون فرمائیں۔ (ازقاری محمدایازالدین، حیدرآباد، انڈیا)

الجواب بعون الوهاب بشرط صحة السؤال

وعلیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاتہ!

الحمد لله، والصلاة والسلام علىٰ رسول الله، أما بعد!

الحمدللہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی سید المرسلین محمد وعلی آلہ واصحابہ اجمعین۔

جواباً عرض ہے کہ یہ سوال تفصیلی وضاحت چاہتا ہے جودرج ذیل ہے:

إِنَّ اللَّهَ اشتَرىٰ مِنَ المُؤمِنينَ أَنفُسَهُم وَأَموٰلَهُم بِأَنَّ لَهُمُ الجَنَّةَ يُقـٰتِلونَ فى سَبيلِ اللَّهِ فَيَقتُلونَ وَيُقتَلونَ وَعدًا عَلَيهِ حَقًّا فِى التَّورىٰةِ وَالإِنجيلِ وَالقُرءانِ وَمَن أَوفىٰ بِعَهدِهِ مِنَ اللَّهِ فَاستَبشِروا بِبَيعِكُمُ الَّذى بايَعتُم بِهِ وَذٰلِكَ هُوَ الفَوزُ العَظيمُ ١١١ ... سورة التوبة

''بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے ان کی جانوں اوران کے مالوں کواس بات کے عوض خریدلیا ہے کہ ان کوجنت ملے گی، وہ لوگ اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں توقتل کرتے ہیں اور(خود) قتل کیے جاتے ہیں، اس پر سچا وعدہ کیاگیا ہے تورات، انجیل اورقرآن میں اور کون ہے اللہ سے زیادہ اپنے عہد کوپورا کرنے والا!! توتم لوگ اپنی اس بیع پر خوش ہوجاؤ جوتم نے اللہ تعالیٰ سے کی ہے اوریہ بڑی کامیابی ہے۔،،

اوراصطلاحاً(بیعت) اس معاہدے کوکہتے ہیں جوامیر کی اطاعت کےلیے کیاجاتاہے۔ بیع وشراء میں خریدنے والابیچنے والے کے ہاتھ میں پسہ تھماتا ہے اوربیچنے والامشتری کے ہاتھ میں اس کی خریدکردہ چیزدیتا ہے، اسی طرح بیعت کرنے والااپنے پیر کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر بیعت کااقرار کرتا ہے۔ قرآن وسنت میں چارطرح سے اللہ کے رسول ﷺ کے ہاتھ پراہل ایمان کی بیعت کاذکر ہے۔

(1) عمومی بیعت، ارشادباری تعالیٰ ہے:

إِنَّ الَّذينَ يُبايِعونَكَ إِنَّما يُبايِعونَ اللَّهَ يَدُ اللَّهِ فَوقَ أَيديهِم فَمَن نَكَثَ فَإِنَّما يَنكُثُ عَلىٰ نَفسِهِ وَمَن أَوفىٰ بِما عـٰهَدَ عَلَيهُ اللَّهَ فَسَيُؤتيهِ أَجرًا عَظيمًا ١٠ ... سورة الفتح

''جولوگ تجھ سے بیعت کرتے ہیں وہ یقینا اللہ سے بیعت کرتے ہیں، اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں کے اوپر ہے، پھر جو شخص عہد شکنی کرے اوراپنے نفس ہی کی عہد شکنی کرتا ہے اور جو شخص اس عہد کو پورا کرے جو اس نے اللہ کے ساتھ کیا ہے تو اسے عنقریب اللہ بہت بڑا اجر دے گا۔،،

(2) بیعت رضوان جوچھ ہجری میں صلح حدیبیہ کے موقع پر لی گئی تھی، فرمایا:

لَقَد رَضِىَ اللَّهُ عَنِ المُؤمِنينَ إِذ يُبايِعونَكَ تَحتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ ما فى قُلوبِهِم فَأَنزَلَ السَّكينَةَ عَلَيهِم وَأَثٰبَهُم فَتحًا قَريبًا ١٨ ... سورة الفتح

''یقیناً اللہ تعالیٰ مومنوں سے خوش ہوگیا جب وہ درخت تلے تجھ سے بیعت کررہے تھے۔ چنانچہ ان کے دلوں میں جو تھا اسے اس نے معلوم کرلیا اوران پر اطمینان نازل فرمایا اورانہیں قریب کی فتح عنایت فرمائی۔،،

(3) آپ نے فتح مکہ اوراس کے بعد عورتوں سے خاص طور پر بیعت لی، فرمایا:

يٰأَيُّهَا النَّبِىُّ إِذا جاءَكَ المُؤمِنٰتُ يُبايِعنَكَ عَلىٰ أَن لا يُشرِكنَ بِاللَّهِ شَيـًٔا وَلا يَسرِقنَ وَلا يَزنينَ وَلا يَقتُلنَ أَولٰدَهُنَّ وَلا يَأتينَ بِبُهتٰنٍ يَفتَرينَهُ بَينَ أَيديهِنَّ وَأَرجُلِهِنَّ وَلا يَعصينَكَ فى مَعروفٍ فَبايِعهُنَّ وَاستَغفِر لَهُنَّ اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ غَفورٌ رَحيمٌ ١٢ ... سورة الممتحنة

''اے پیغمبر! جب مسلمان عورتیں آپ سے ان باتوں پر بیعت کرنے آئیں کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں گی، چوری نہ کریں گی، زنا کاری نہ کریں گی، اپنی او دکو نہ مار ڈالیں گی اور کوئی ایسا بہتان نہ باندھیں گی جو خود اپنے ہاتھوں پیروں کے سامنے گھڑ لیں اور کسی نیک کام میں تیری بے حکمی نہ کریں گی تو آپ ان سے بیعت کرلیا کریں، اوران کے لیے اللہ سے مغفرت طلب کریں بیشک اللہ تعالیٰ بخشنے اور معاف کرنے وا ہے۔

(4) انفرادی بیعت: عمرو بن العاص اپنے اسلام لانے کا واقعہ بیان

کرنے کے بعد کہتے ہیں: جب اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں اسلام کی محبت ڈال دی تو میں نبی ﷺ کے پاس آیا اور میں نے کہا: اپنا دایاں ہاتھ پھیلایئے تاکہ میں آپ کی بیعت کرسکوں۔ عمرو! کیا ہوا؟،، میں نے کہا: میں ایک شرط رکھنا چاہتا ہوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: کون سی شرط؟،، میں نے کہا: اللہ میری مغفرت فرمائے! تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''کیا تمہیں معلوم نہیں کہ اسلام لانے سے پچھلے تمام گناہ ختم ہوجاتے ہیں اور ایسا ہی ہجرت اور حج کرنے سے پہلے جو کچھ کیا ہو، سب معاف ہوجاتا ہے (البدایہ)

حاکم وقت کی اطاعت کا عہد:

عبادہ بن صامت بیان کرتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ سے ان باتوں پر بیعت کی:

آپ ﷺ کی بات سنیں گے اور اطاعت کریں گے۔ چاہے تنگی کا عالم ہو یا فراخی کا، چاہے پسندیدہ بات ہو یا ناپسندیدہ، چاہے ہمارے اوپر کسی کو ترجیح ہی کیوں نہ دی گئی ہو، اس شرط کے ساتھ کہ ہم صاحب امر کے ساتھ جھگڑا نہیں کریں گے اور یہ کہ ہم جہاں کہیں ہوں حق بات کہیں گے اور اللہ کے بارے میں کسی ملامت گر کی ملامت کی پرواہ نہ کریں گے۔

ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ میں ان الفاظ کا اضافہ کیا ہے جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ بیعت وہ ہے جو رسول اللہ ﷺ نے مدینہ سے آنے والوں سے مقام عقبہ (منیٰ) میں لی تھی:

''اور یہ کہ جب حضرت محمد ﷺ یثرب آئیں تو ہم ان کی مدد کریں گے اور جس طرح ہم اپنی جانوں، اپنی ارواح اور اپنی اولاد کا دفاع کرتے ہیں ویسا ہی ان کا بھی دفاع کریں گے اور ہمارے لیے جنت ہوگی۔،، (صحیح مسلم، الامارۃ، حدیث 1709)

یہ اطاعت مشروط ہے :

حضرت ابن عمر راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا : ''ایک مسلمان کو حاکم وقت کی بات سننا اور اطاعت کرنا لازم ہے چاہے پسندیدہ امر ہو یا ناپسندیدہ ، الایہ کہ اسے کسی گناہ کا حکم دیا جائے ، ایسی صورت میں سمع واطاعت نہیں ۔ ،،

بیعت کا دائرہ ''امامت کبریٰ ،، تک محدود ہے ۔ ایسے امام ہی کو بیعت کی جاسکتی ہے جو واقعی اقتدار رکھتا ہو ، حدود نافذ کرسکتا ہو ، صلح وجنگ کے معاہدے کرسکتا ہو ۔

3 ۔ ایک امام کی بیعت کے بعد دوسرے امام کی بیعت جائز نہیں ، رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں : ''جس کسی نے کسی امام کی بیعت کی ، اس کے ہاتھ میں ہاتھ دے دیا اور اپنا دل اس کے حوالے کردیا تو جب تک استطاعت ہے ، اس کی اطاعت کرے ، پھر اگر کوئی دوسرا شخص (امامت میں) اس کے ساتھ نزاع کرے تو دوسرے شخص کو گردن ماردو ۔ ،،

4 ۔ جماعت سے خروج ناجائز ہے ، حضرت ابوہریرہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا : '' جو شخص (امام وقت کی) اطاعت سے نکل گیا اور جماعت کو چھوڑ گیا پھر مرگیا ، تو وہ جاہلیت کی موت مرتا ہے اور جو شخص کسی اندھے جھنڈے کے نیچے قتال کرتا ہے ، یا کسی عصبیت کی بنا پر غصے میں آجاتا ہے تو اس کی موت بھی جاہلیت کی موت ہوگی ۔ اور جو شخص میری امت پر خروج (بغاوت) کرتا ہے ، وہ نیکوکار اور گنہگار سب کو مارتا ہے اور کسی مومن سے کے ساتھ برائی کرنے سے باز نہیں آتا اور جس سے عہد کیا ہے اس کے عہد کو پورا نہیں کرتا تو وہ مجھ سے نہیں اور میں اس سے نہیں ۔ ،، (صحیح مسلم ، الامارۃ ، حدیث 1844)

5 ۔ نبی اکرم ﷺ کے بعد بھی بیعت کے سلسلے میں صحابہ کرام کا یہی طرز عمل تھا جس کا ذکر پہلے آچکا ہے ۔

نافع بیان کرتے ہیں کہ عبداللہ بن عمر ، عبداللہ بن مطیع کے پاس آئے اور یہ وقت جب یزید بن معاویہ کے زمانے میں حرہ کا واقعہ ہوا ۔ ابن مطیع نے کہا : ابوعبدالرحمن کے لیے تکیہ لگادو ۔ عبداللہ بن عمر نے کہا : میں بیٹھنے کے لیے نہیں آیا ، تمہیں صرف ایک حدیث سنانے آیا ہوں جو میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنی ہے اور وہ یہ ہے :

''جس نے اپنا ہاتھ حلقہ اطاعت سے ہٹا لیا تو وہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملے گا کہ اس کے پاس کوئی دلیل (عذر خواہی) نہ ہوگی اور جو شخص اس حال میں مرے کہ اس کی گردن میں بیعت نہ ہو تو وہ جاہلیت کی موت مرے گا ۔ ،،

ان آیات واحادیث سے یہ باتیں معلوم ہوئیں :

(1) اللہ کے رسول ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کسی دوسرے خلیفہ یا امام کی بیعت سے مختلف ہے ۔ رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ پر بیعت گویا اللہ سے بیعت ہے ۔ آپ ﷺ نے عقبہ (پہاڑی گھاٹی) میں جب انصار

مدینہ سے بیعت لی تھی تو گویا اس وقت آپ کے پاس اقتدار نہ تھا لیکن بحیثیت رسول ﷺ آپ نے یہ بیعت لی تھی اور یہ بھی ایک خاص مقصد کے لیے تھی کہ انصار اس وقت آپ کی پوری حفاظت کریں گے جب آپ مدینہ پہنچ جائیں گے ۔

(2) مدینہ پہنچ کر آپ ﷺ بلا شرکت غیرے اقتدار کے مالک تھے ۔

آپ ﷺ نے صحابہ سے مختلف مواقع پر سمع واطاعت کی بیعت لی اور بعض مواقع پر خاص خاص باتوں پر بیعت لی ۔

حدیبیہ کے مقام پر جب یہ افواہ گرم ہوئی کہ مکہ والوں نے آپ ﷺ کے ایلچی حضرت عثمان ﷺ کو شہید کردیا ہے تو آپ ﷺ نے اپنے پندرہ سو رفقاء سے بیعت لی اور یہ اس بات پر تھی کہ وہ راہ فرار اختیار نہ کریں گے اور دوسری روایت کے مطابق یہ بیعت موت پر تھی ۔

3۔ صلح حدیبیہ کے بعد جو خواتین ہجرت کر کے مدینہ آئیں یا فتح مکہ کے مواقع پر مسلمان ہوئیں ان سے سورہ ممتحنہ کی آیت کے مطابق چند مخصوص باتوں پر بیعت لی۔

یہ عورتیں چونکہ نئی نئی مسلمان ہوئیں تھیں، اس لیے ان چیزوں کا خاص طور پر ذکر کیا گیا جن میں وہ ایام جاہلیت میں ملوث رہی تھیں۔ آپ ﷺ نے نو مسلم مردوں سے بھی انہی باتوں پر بیعت لی تھی۔

4۔ رسول اللہ ﷺ کی اطاعت تو ہر حال میں واجب ہے، بعد کے امراء و خلفاء کے لیے بھی سمع و اطاعت کی بیعت کا حکم دیا گیا لیکن اس شرط کے ساتھ کہ اگر وہ گناہ کی طرف بلائیں گے تو ان کی اطاعت نہیں ہوگی۔

5۔ خلیفہ کی بیعت اتنی اہم ہے کہ اگر کوئی دوسرا خلافت کا دعویدار پیدا ہو جائے تو اس کی گردن مارنے کا حکم دیا گیا اور یہ اس لیے کہ اسلامی مملکت میں بدامنی کی اجازت نہیں دی جا سکتی اور یہ تب ہی ممکن ہے جبکہ خلیفہ کے پاس مکمل اقتدار ہو، وہ حدود نافذ کر سکتا ہو، جنگ اور صلح کے معاہدے کر سکتا ہو۔

6۔ خلیفہ کے ہوتے ہوئے اس کی اطاعت نہ کرنا اور جماعت سے خروج کرنا قابل مواخذہ جرم ہیں۔ اور ایسے آدمی کی موت جاہلیت کی موت ہے۔ ایسے ہی ان لوگوں کی بھی جو کسی مذموم عصبیت (برادری، قومیت زبان، رنگ یا پارٹی) کی بنا پر قتل و قتال پر آمادہ ہو جائیں۔

بنوامیہ کے دور کے بعد جب بنو عباس سر آرائے خلافت ہوئے لیکن اندلس جیسے دور دراز علاقے میں بنوامیہ کے امراء نے اپنی حکومت قائم کر لی تو علمائے امت نے فتنہ و فساد کا دروازہ بند کرنے کے لیے اس بات پر اتفاق کیا کہ ایک وقت میں دور دراز علاقوں میں دو علیحدہ علیحدہ خلافتیں ہو سکتی ہیں اور پھر اسی اصول کے تحت بعد کے ادوار میں خراسان اور ہندوستان کی مملکتیں بھی برداشت کی گئیں۔

7۔ صحابہ نے اس شخص کی بیعت نہیں کی جس نے خلیفہ وقت کے خلاف خروج کیا ہو۔ اس تمام تفصیل سے یہ تو واضح ہو گیا کہ بیعت کا دائرہ ''امامت کبریٰ،، تک محدود ہے۔ ایسے امام کی بیعت ہی کی جا سکتی ہے جو واقعی اقتدار رکھتا ہو، حدود نافذ کر سکتا ہو، صلح و جنگ کے معاہدے کر سکتا ہو، وہ چاہے جہاد پر بیعت لے یا کسی فعل خیر پر یا کسی برائی سے روکنے پر۔ بیعت لینا اس کا حق ہے، البتہ کسی غیر اسلامی کام پر اگر وہ بیعت لینا چاہے تو تو اس کی بات نہیں مانی جائے گی۔ صوفیاء کے حلقہ میں بیعت اصلاح و ارشاد کے نام پر سے ایک نئی روایت ڈالی گئی جس کا خیر القرون میں کوئی اتا پتا نہیں ملتا۔ اگر مقصود لوگوں کی اصلاح ہے تو وہ مسجد کے منبر سے، خطیب کے خطبات سے، معلم کی تعلیم سے اور بڑے بوڑھوں کی فہمائش سے بھی حاصل ہو سکتی ہے اور ان سے بڑھ کر نیک لوگوں کی صحبت اس کام کے لیے ایک نسخہ کیمیا ہے۔ شریعت کوئی ایسا حکم نہیں دیتی جو غیر ضروری اور بے فائدہ ہو۔ شیخ یا مرشد جیسے کوئی اختیار حاصل نہ ہو، اس کے ہاتھ پر بیعت کرنے سے آخر کون سا فائدہ حاصل ہو سکتا ہے۔ اگر بالفرض ایک لمحہ کے لیے یہ مان بھی لیا جائے کہ لوگوں کی اصلاح کے لیے یہ طریقہ کارگر ہو سکتا ہے تب بھی مندرجہ ذیل قباحتوں کی بنا پر اسے قبول نہیں کیا جا سکتا :

(1) وَأَنَّ هٰذا صِرٰطى مُستَقيمًا فَاتَّبِعوهُ وَلا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُم عَن سَبيلِهِ ذٰلِكُم وَصّىٰكُم بِهِ لَعَلَّكُم تَتَّقونَ **۱۵۳** ... سورۃ الانعام

''اور یہ کہ یہ دین میرا راستہ ہے جو مستقیم ہے سو اس راہ پر چلو اور دوسری راہوں پر مت چلو کہ وہ راہیں تم کو اللہ کی راہ سے جدا کر دیں گی۔ اس کا تم کو اللہ تعالیٰ نے تاکیدی حکم دیا ہے تاکہ تم پرہیزگاری اختیار کرو،،

دین کا راستہ شریعت کا راستہ ہے اور اسی راستے پر چلنے ہی میں نجات ہے۔

(2) وَلا تَكونوا كَالَّذينَ تَفَرَّقوا وَاختَلَفوا مِن بَعدِ ما جاءَهُمُ البَيِّنٰتُ وَأُولٰئِكَ لَهُم عَذابٌ عَظيمٌ **۱۰۵** ... سورۃ آل عمران

''تم ان لوگوں کی طرح نہ ہو جانا جنھوں نے اپنے پاس روشن دلیلیں آ جانے کے بعد بھی تفرقہ ڈالا، اور اختلاف کیا، انہیں لوگوں کے لئے بڑا عذاب ہے،،

مذہبی فرقہ بندی تو شروع ہو ہی گئی تھی کہ طریقت کے نام پر بے شمار سلاسل وجود میں آگئے اور پھر ہر سلسلہ ایک مستقل فرقہ اور جماعت بنتی گئی۔

نبی ﷺ نے تو ناجی جماعت کی نشانی یہ بتائی تھی : ماأنا علیہ وأصحابي : ''جس پر میں ہوں اور میرے صحابہ ۔ ،، لیکن ہر صاحبِ سلسلہ اور ہر وہ جماعت جو بیعت کی بنیاد پر کھڑی ہوتی ہے ، اسے طرز عمل سے یہ کہہ رہی ہوتی ہے : ماأنا علیہ وسلسلتي أوحزبي یعنی جس پر میں ہوں اور میرا طریقہ یا میری جماعت ۔

چنانچہ اس سلسلے یا جماعت کو چھوڑنے کا مطلب ہے کہ گویا وہ شخص اسلام سے خارج ہوگیا ہے ۔ یہاں مولانا ثناء اللہ امر تسری کا ذکر کردہ ایک واقعہ پیش کرتا ہوں جو ان کے جریدہ اہل حدیث 17 مارچ 1924ء میں شائع ہوا تھا، لکھتے ہیں :

''یہاں پر ایک واقعہ بلاکم وکاست ناظرین کے سامنے رکھتا ہوں، حافظ عزیز الدین صاحب مراد آبادی (جو میرے گمان میں مرد صالح ہیں) مولوی اشرف علی تھانوی کے مرید تھے اور بعد بیعت مسئلہ تقلید کی تحقیق کر کے مقلد سے غیر مقلد ہوگئے مگر مولانا مرحوم کے حق میں انہوں نے کسی قسم کی بدگمانی نہیں کی ۔

اس پر بھی مولانا کا ایک پوسٹ کارڈ (جو میں نے بچشم خود دیکھا ہے) موصوف کو پہنچا جس کا مضمون یہ تھا کہ غیر مقلد ہوجانے کی وجہ سے میں تم کو اپنے حلقہ بیعت سے خارج کرتا ہوں ۔ اب میرا تمہارا پیری مریدی کا تعلق نہیں رہا۔ (اوکمال قال) ایسا کیوں ہوا؟ اس کا جواب ہماری سمجھ سے بالاتر ہے ۔ ،،

(3) شیخ سے بیعت کرنا عذاب قبر سے چھٹکارا دلاتا ہے ۔ پہلے یہ واقعہ پڑھیے اور پھر تبصرہ ملاحظہ فرمائیے :

''شیخ الاسلام چشتی اجمیری قدس سرہ العزیز کی یہ رسم تھی کہ جو کوئی ہمسایہ میں سے اس دنیا سے نقل (انتقال) کرتا، اس کے جنازے کے ساتھ جاتے اور خلق کے لوٹ جانے کے بعد اس کی قبر پر بیٹھتے اور جو درود ایسے وقت میں پڑھتے آئے ہیں پڑھتے، پھر وہاں سے آتے، چنانچہ اجمیر میں آپ کے ہمسایوں میں سے ایک نے انتقال کیا۔ دستور کے مطابق آپ جنازے کے ساتھ گئے ۔ جب اسے دفن کر چکے ، خلق لوٹ آئی اور خواجہ وہیں ٹھہر گئے ۔ تھوڑی دیر کے بعد آپ اٹھ گئے ۔ شیخ الاسلام قطب الدین فرماتے ہیں کہ میں آپ کے ساتھ تھا، میں نے دیکھا کہ دم بدم آپ کا رنگ متغیر ہوا، پھر اسی وقت برقرار ہوگیا۔ جب آپ وہاں سے کھڑے ہوئے تو فرمایا : الحمد للہ بیعت بڑی اچھی چیز ہے ۔ شیخ الاسلام قطب الدین اوشی نے آپ سے سوال کیا تو آپ نے فرمایا :

جب لوگ اس کو دفن کر کے چلے گئے تو میں بیٹھا ہوا تھا۔ میں نے دیکھا کہ عذاب کے فرشتے آئے اور انہوں نے کہا کہ اس کو عذاب کریں ۔ اسی وقت شیخ ہارونی (آپ کے پیر صاحب) قدس سرہ العزیز حاضر ہوئے اور کہا کہ یہ شخص میرے مریدوں میں سے ہے ۔ جب خواجہ نے فرمایا : بیشک اگرچہ برخلاف تھا مگر چونکہ اس نے اپنے آپ کو اس فقیر کے پلے باندھا تھا تو میں نہیں چاہتا کہ اس پر عذاب کیا جائے ۔ فرمان ہوا : اے فرشتو! شیخ کے مرید سے ہاتھ اٹھاؤ۔

میں نے اس کو بخش دیا۔ پھر شیخ الاسلام کی آنکھ میں آنسو بھر آئے اور فرمانے لگے :اپنے آپ کو کسی کے پلے باندھنا بہت ہی اچھی چیز ہے ۔ (شریعت وطریقت از مولانا عبد الرحمٰن کیلانی، ص 305.)

سبحان اللہ! نہ شریعت پر عمل کرنے کی ضرورت ، نہ کتاب وسنت کا کوئی لحاظ ، شیخ کی بیعت جنت کا پروانہ ہوگیا۔

اور پھر جس طرح سے یہاں کتاب وسنت کی دھجیاں اڑائی گئی ہیں وہ بھی ملاحظہ فرمالیں ۔ اللہ عالم الغیب ہے لیکن یہاں شیخ عذاب قبر کا سارا انتظام دیکھ رہے ہیں ۔

اللہ کے رسول ﷺ فرشتہ جبرئیل سے ہم کلام ہوتے تھے ، یہاں شیخ عذاب کے فرشتوں سے مجادلہ کر رہے ہیں ۔ حدیث کے مطابق ابنیاء اور صلحاء کو قیامت کے دن شفاعت کا موقع دیا جائے گا، یہاں عین عذاب قبر سے پہلے ہی شفاعت کی جا رہی ہے جو فوراً ہی قبولیت کے مراحل طے کر گئی ۔

جس صحیح حدیث میں نبی ﷺ کے دو قبروں پر سے گزرنے ، دونوں کو عذاب قبر ہونے ، آپ کے ان دونوں قبروں پر ٹہنی لگانے کا واقعہ نقل ہوا ہے اور پھر ٹہنیوں کے خشک

ہونے تک ان کے عذاب میں تخفیف کا ذکر ہے، اسے ذرا ذہن میں تازہ کیجئے ۔ نبی ﷺ جنہیں الہام الٰہی سے دواشخاص کے عذاب قبر کے بارے میں بتایا گیا، وہ یقیناً مسلمان تھے، رسول اللہ ﷺ کی بیعت میں داخل تھے لیکن انہیں تو یہ بیعت کام نہ آئی یہاں تک کہ رسول ﷺ نے ان کے لیے دعا کی اور بطور علامت وہ ٹہنیاں بھی لگائیں کہ جن کے خشک ہونے تک دونوں کے عذاب میں تخفیف کی گئی تھی، کیا یہ ایک قباحت ہی کافی نہیں کہ جس سے مزعومہ بیعت کی قلعی کھل جاتی ہے ۔

(4) طریقت اور بیعت چونکہ لازم وملزوم ہیں، چنانچہ اس تعلق سے بھی نئے نئے شگوفے کھلتے ہیں ۔ مولانا عبدالرحمن کیلانی لکھتے ہیں : '' بیعت کے سلسلے میں صوفیہ نے ایک اور شاندار کارنامہ سرانجام دیا ہے ۔ انہوں نے جب دیکھا کہ اویس قرنی نے رسول اللہ ﷺ کو نہ دیکھا، نہ بیعت کی تو ان کے ارواح کی آپس میں بیعت کرادی اور اسے نسبت اویسیہ کا نام دیا ۔

شیخ کی فلاں شیخ سے ملاقات ہی ثابت نہیں یا پیر کی وفات کے بہت عرصہ بعد مرید کی پیدائش ہوئی ہو تو وہ یہی نسبت اویسیہ قائم کر کے اپنا سلسلہ جاری فرما کر کام چلالیے ہیں ۔ ،،

(5) اپنی غلط رسموں کو جائز کرنے کے لیے قرآن وسنت کی مخصوص تاویلات فاسدہ کی جاتی ہیں کہ انسان اپنا سر پکڑ کر بیٹھ جاتا ہے ۔ ابن جوزی، محمد بن طاہر کے حوالے سے اپنی کتاب میں لکھتے ہیں : '' پھٹے ہوئے کپڑے پہننے کے بارے میں شیخ کا مرید پر شرط رکھنا ۔ ،، پھر انہوں نے اس بات کے ضمن میں بطور دلیل عبادہ بن صامت کی یہ حدیث پیش کی ہے : '' ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کی کہ ہم تنگی اور فراخی ہر حال میں سمع واطاعت کریں گے ۔ ،، دیکھیے کیا خوب نکتہ نکالا ہے ۔ کہاں شیخ کا مرید پر مذکورہ شرط رکھنا اور کہاں اسے رسول اللہ ﷺ کی بیعت اسلام سے جوڑنا جو کہ نہ صرف لازم ہے بلکہ خود رسول کی اطاعت بھی واجب ہے ۔

(6) اگر امت مسلمہ ایک بڑے جہاز کی مانند ہے تو یہ مختلف فرقے اور طریقے چھوٹی چھوٹی کشتیوں کی مانند ۔ شدید طوفان کی صورت میں جہاز تو بچ جاتا ہے لیکن چھوٹی کشتیاں غرق ہو جاتی ہیں ۔ تعجب ہے کہ کتاب وسنت کے جہاز کو چھوڑ کر لوگ ان بجروں (مخصوص گول کشتیوں) پر کیوں سوار ہوتے ہیں جبکہ سمندر میں تلاطم ہی تلاطم ہے اور کشتی کسی وقت بھی ڈوب سکتی ہے ۔

آخر میں ان چند شبہات کا جائزہ بھی لے لیا جائے جو قائلین بیعت کی طرف سے پیش کیے جاتے ہیں :

1 ۔ '' تین آدمی بھی سفر کر رہے ہوں تو ایک کو امیر بنانے کا حکم ہے، چہ جائیکہ پوری جماعت ہو اور اس کا امیر نہ ہو ۔ ،،

سفر میں امیر بنانا رسول اللہ ﷺ کی حدیث سے ثابت ہے لیکن وہاں بیعت کا ذکر نہیں ہے اور یہ امارت سفر کے ختم ہونے کے ساتھ ہی تمام ہو جاتی ہے ۔ گویا وقتی طور پر نظم وضبط کا پابند بنانے کے لیے ایسے پیر کی اطاعت لازمی قرار دی گئی لیکن اسے امامت کبریٰ پر قیاس نہیں کیا جاسکتا، جہاں دوسرے مدعی امامت کو برداشت نہیں کیا جاتا بلکہ اس کی گردن ماردی جاتی ہے ۔

2 ۔ '' بیعت اصلاح وارشاد کو نماز کی امامت کی طرح سمجھا جائے ، یعنی امامت صغریٰ کو امامت کبریٰ سے جدا نہیں کیا جاسکتا ۔ ،،

امامت سفر کی طرح نماز کی امامت بھی نماز کے ساتھ ختم ہو جاتی ہے ، جو نہی امامت نے السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہا ، مقتدی اور امام کا تعلق ختم ہو گیا ۔ دوسرا یہ کہ خلیفہ وقت کی موجودگی میں کیا صرف ایک ہی نماز باجماعت کا اہتمام کیا جاتا تھا یا ہر علاقے بلکہ ہر محلے کی مسجد میں نماز نہیں ہوتی تھی ؟ حضرت معاذ بن جبل عشاء کی نماز نبی کریم ﷺ کے ساتھ پڑھتے اور پھر عوالی جا کر اہل محلہ کو نماز پڑھایا کرتے تھے ۔

لیکن امام وقت یا خلیفہ سے بیعت کرنے کے بعد کیا ہر شہر یا ہر محلہ میں جزوی بیعت ہوا کرتی تھی ، جو پیر و مرشد اپنے لیے روا رکھتا ہو؟ کم از کم خیر القرون میں تو ایسی بیعت کا نام ونشان نہ تھا، قرون ثلاثہ (زمانہ رسول ، زمانہ صحابہ ، زمانہ تابعین اور تبع تابعین) کے بعد جہاں فرقہ بازی کی بدعت پیدا ہوئی وہاں تصوف کے سلسلوں کے نام پر مشائخ کے ہاتھ پر بیعت اصلاح وارشاد کی بدعت بھی وجود پذیر ہوئی ۔

3 ۔ جو شخص اس حال میں مرا کہ اس کی گردن میں طوق بیعت نہ تھا وہ جاہلیت کی موت مرا ۔ ،، (الحدیث)

(صحیح مسلم، الامارۃ، حدیث 1851)

شریعت کے تمام احکامات استطاعت سے مشروط ہیں۔ ایک شخص حج کی استطاعت رکھتا ہولیکن بیت اللہ تک پہنچنے کے تمام راستے مسدود ہوں، چاہے جنگ وجدال کی بنا پر یا کسی دوسرے سبب کی بنا پر تو ایسے شخص پر حج کرنا واجب نہ ہوگا جب تک کہ راستے کھل نہ جائیں، حالانکہ ایسی ہی وعید حج پر نہ جانے والوں کے لیے بھی ہے۔ ایسے ہی زکاۃ ادا نہ کرنے والے کے لیے سخت وعید ہے لیکن جس شخص کے پاس اتنا مال ہی نہ ہو کہ جس میں زکاۃ واجب ہو تو وہ زکاۃ دینے سے مستثنیٰ ہے۔ وضو میں ہاتھ پیر دھونے لازم ہیں لیکن اگر کسی کا ہاتھ یا پیر کٹا ہوا ہو تو وہ اسے کیسے دھوئے گا؟

بعینہ اگر ایسا خلیفہ موجود ہو جو صاحب اقتدار ہو، حدود کو نافذ کر سکتا ہو، صلح وجنگ کے جھنڈے بلند کر سکتا ہو، قرآن وسنت کو نافذ کر سکتا ہو تو جہاں جہاں اس کا اقتدار ہے وہاں تمام لوگوں پر اس کی بیعت لازم ہے، نہ بیعت کریں گے تو بموجب حدیث مذکورہ جاہلیت کی موت مریں گے۔ لیکن اگر خلیفہ سرے سے موجود ہی نہ ہو تو پھر بیعت کا محل نہ ہونے کی بنا پر یہ حکم بھی ساقط ہو جائے گا اور ایسے ہی وہ لوگ جو ایک خلیفہ کے دائرے اقتدار سے خارج رہتے ہوں ان کے لیے بھی ایسے خلیفہ کی بیعت لازم نہ ہوگی۔

1924ء میں خلافت عثمانیہ کے ختم کیے جانے کے بعد اول تو مسلم ممالک پر استعمار کا غلبہ ہو گیا۔ خود ہندوستان بھی ڈیڑھ سو سال انگریزی استعمار کا ہر اول دستہ بنا رہا تو جب خلیفہ ہی نہ رہا تو بیعت کس کے ہاتھ پر کی جاتی۔ مسلم ممالک آزاد ہونا شروع ہوئے تو اکثر نے جمہوری یا آمرانہ نظام اپنایا۔ بیعت کے اس طریقہ کو خیر آباد کہا جو اہل حل وعقد کی مشاورت سے منعقد ہوتی ہے، اس لیے نظام بیعت بھی معطل ہوتا چلا گیا۔ جہاں جہاں کسی درجے میں بھی ایسا نظام قائم ہو جو کتاب وسنت کو نافذ کرتا ہو، وہاں حاکم وقت کے ہاتھ پر بیعت کے بعد ہی اس کی حکومت کا آغاز ہوتا ہے۔

4۔ بیعت اصلاح وارشاد کا ایک عہد نامہ کی طرح اعتبار کیا جائے تو کیا حرج ہے؟

یہاں بھی یہی کہا جائے گا کہ سلف صالحین میں اس کا رواج نہ تھا۔

ابو نعیم اصبہانی اپنی کتاب حلیۃ الاولیاء میں اپنی اسناد ذکر کرنے کے بعد مطرف بن عبداللہ بن شخیر (تابعی) کی یہ روایت بیان کرتے ہیں کہ ہم زید بن صوحان کے پاس جایا کرتے تھے جو کہا کرتے تھے: ''اے اللہ کے بندو! اکرام کرو اور (عمل میں) خوبصورتی پیدا کرو! بندے اللہ تک ان دو وسیلوں سے پہنچ سکتے ہیں، خوف وطمع۔،،

ایک دن ہم ان کے پاس آئے تو دیکھا کہ (شاگردوں نے) ایک عبارت اس مضمون کی لکھی ہے: '' اللہ ہمارا رب ہے، محمد ﷺ ہمارے نبی ہیں، قرآن ہمارا امام ہے، جو ہمارے ساتھ ہوگا ہم اس کے ساتھ ہیں اور اس کے لیے ہیں۔ جو ہمارے مخالف ہوگا، ہمارا ہاتھ اس کے خلاف ہوگا اور ہم ایسا ویسا کریں گے۔

پھر انہوں نے یہ مکتوب لیا اور ہر شخص سے باری باری یہ کہا: اے فلاں! کیا تم اس بات کا اقرار کرتے ہو؟ یہاں تک کہ میری باری آگئی اور انہوں نے کہا: اے لڑکے! تم بھی اقرار کرتے ہو؟ میں نے کہا: نہیں بکہنے لگے: اس لڑکے کے بارے میں جلد بازی نہ کرو۔ پھر مجھ سے پوچھا: بچے! تم کیا کہنا چاہتے ہو، میں نے کہا: اللہ اپنی کتاب میں مجھ سے ایک عہد لیا ہے اور میں اس عہد کے بعد کسی اور عہد کا پابند نہیں ہوں۔ اقرار نہ کیا۔ میں نے مطرف سے پوچھا: تمہاری تعداد کیا تھی؟ بولے: تیس کے قریب آدمی ہوں گے۔

امام ابن تیمیہ نے اس مسئلے کو بڑی وضاحت سے بیان کیا ہے۔ وہ ایک فتویٰ کے ضمن میں کہتے ہیں: ''اگر لوگ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت اور نیکی وتقویٰ پر تعاون کرنے پر جمع ہوں تو بھی ہر شخص دوسرے شخص کے ساتھ ہر بات میں نہ ہوگا بلکہ صرف اس حد تک جہاں اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت ہوگی۔ اگر اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی ہو رہی ہو تو وہ ساتھ نہ دے گا۔ یہ لوگ سچائی، انصاف، احسان، امر بالمعروف، نہی عن المنکر، مظلومین کی مدد اور پھر ہر اس کام میں ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کریں گے جو اللہ اور اس کے رسول کو پسند ہیں۔ وہ نہ ظلم کرنے پر، نہ کسی جاہلی عصبیت پر، نہ خواہشات ہی کی پیروی پر تعاون کریں گے، نہ فرقہ بازی اور اختلاف ہی پر اور نہ اپنی کمر کے گرد پٹی باندھ کر کسی شخص کی ہر بات ماننے پر تعاون کریں گے اور نہ کسی ایسے حلف نامے ہی میں شریک ہوں گے جو اللہ اور اس کے رسول کے حکم کے خلاف ہو۔

ان میں سے کسی تحض کےلیے جائز نہیں کہ اپنے یا کسی دوسرے کے استاد کی خاطر اپنی کمر کے گرد پٹی باندھے جیسے سوال میں پوچھا گیا۔ کسی ایک معین تحض کےلیے پٹی باندھنا یا اس کی طرف نسبت کرنا، جاہلیت کی بدعات میں سے ہے اوران حلف ناموں کی طرح ہے جو جاہلیت میں کیا کرتے تھے یا قیس ویمن کی فرقہ بازیوں کی طرح ہے۔ اگر اس باندھنے سے مراد بر و تقویٰ پر تعاون ہے تو اللہ اوراس کے رسول نے ویسے ہی اس کا حکم دیا ہے، بغیر کسی ایسے بندھن کے۔ اوراگر اس سے مراد گناہ اور سرکشی کے کاموں میں تعاون ہے تو وہ ویسے ہی حرام ہے، یعنی اگر اس طرح خیر کا کام کرنا مقصود ہے تو اللہ اوراس کے رسول کے اشادات میں اس کام کی پوری رہنمائی ملتی ہے۔ استاد کے ساتھ اس نسبت کی کوئی ضرورت نہیں اوراگر برائی مقصود ہے تو اللہ اوراس کے رسول اسے حرام قرار دے چکے ہیں۔،،

کسی کےلیے یہ جائز نہیں کہ کسی دوسرے شخص سے اپنی ہر بات منوانے پر عہد لے یا اس بات پر کہ جس کا میں دوست ہوں اس سے دوستی رکھوں اورجس کا میں دشمن ہوں اس سے دشمنی رکھو بلکہ ایسا کرنے والا چنگیز خان اوراس کے حواریوں جیسا ہے۔ اور جو ہر اس شخص کو اپنا دوست اور حمایتی سمجھتے ہیں جو ان کی ہاں یہماں ملاتا ہو اور ہر اس شخص کو اپنا بدترین دشمن سمجھتے ہیں جو ان کی مخالفت کرتا ہو بلکہ انہیں اللہ اوراس کے رسول کے ساتھ کیا ہوا عہد یاد رکھنا چاہیے کہ اطاعت اللہ کی ہے اوراس کے رسول کی۔ صرف وہی کام کرتا ہے جس کا حکم اللہ اوراس کے رسول نے دی ہے، ہر اس چیز کو حرام ٹھہراتا ہے جسے اللہ اوراس کے رسول نے حرام ٹھہرایا ہے، وہ اپنے اساتذہ (و مشائخ) کے حقوق کا ضرور خیال رکھیں، اتنا ہی جتنا اللہ اوراس کے رسول نے خیال رکھنے کا حکم دیا ہے۔ اگر کسی کا استاد مظلوم ہو تو اس کی مدد کرے، اگر ظلم کرے تو اس کی ظلم پر اعانت نہ کرے بلکہ اسے ظلم کرنے سے روکے جیسا کہ صحیح حدیث سے ثابت ہے۔ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اپنے بھائی کی مدد کرو چاہے وہ ظالم ہو یا مظلوم۔،،

آپ سے کہا گیا: مظلوم ہو تو ہم اس کی مدد کرتے ہیں لیکن ظالم ہو تو اس کی مدد کیسے ہوگی؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''تم اسے ظلم کرنے سے روکو یہی اس کی مدد ہے۔،، (صحیح البخاری، الاکراہ، حدیث 6952)

باقی یہ کہنا کہ جس کا کوئی پیر نہیں اس کا پیر و مرشد شیطان ہے تو یہ بات اس شخص کےلیے درست ہے جس نے نبی ﷺ کی اطاعت کا طوق اپنی گردن سے اتار پھینکا ہو لیکن وہ شخص جو صرف اپنی نسبت اللہ کے رسول ﷺ اوران کی حدیث کی طرف کرتا ہو، اسے شیطان کی طرف منسوب کرنا، اپنے ایمان کو ضائع کرنا ہے۔

ما أنا علیه واصحابی (جس طریقے پر میں (محمد مصطفیٰ ﷺ) اور میرے صحابہ قائم ہیں۔) کا تقاضا یہی ہے کہ ہر اس عمل سے اجتناب کیا جائے جس پر مہر نبوت ثبت نہ ہو اور جسے صحابہ کرام نے کیا نہ ہو۔

اللہ تعالیٰ تمام کلمہ گو حضرات کو اللہ اوراس کے رسول کی اطاعت کے عہد کو پورا کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین!

ھذا ما عندی واللہ اعلم بالصواب

فتاویٰ علمائے حدیث

جلد 11